میں خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے - یادگار نامے یہی کام کارہائے نمایاں انجام دینے والی شخصیت کے حق میں پس از مرگ انجام دیتے ہیں- اب تک سامنے آنے والے سب اردو نذور علمی ، تہنیت ناموں (Felicitation Numbers) اور یادگارناموں کا ایک تحقیقی جائزہ لینے کی ضرورت ، غالب انسٹی ٹیوٹ کے یادگارناموں کے بعد ، پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آگئی ہے-

۲- فخرالدین علی احمد میموریل والیوم : (بزبان انگریزی)

اس کے مرتبین پروفیسر نذیر احمد اور پروفیسر اسلوب احمد انصاری ہیں - اس میں ۱۹ فاضلانہ مقالات شامل ہیں- ہر مقالہ اپنی جگہ اہم اور کوئی نہ کوئی انکشافاتی خصوصیت رکھتا ہے- یہاں چند کا ذکر اپنے ذوق و رجحان کے مطابق بطور خاص کیا جاتا ہے-

پروفیسر نذیر احمد نے چین کے وسیع و عریض خطے کی دو سلطنتوں خطائی اور یغور کی ان سفارتوں کو موضوع تحقیق بنایا ہے جو سلطان محمود غزنوی کے دربار میں بھیجی گئی تھیں - اس فاضلانہ مقالے کے ماخذ میں زین الاخبار ، کتاب الجماہیر ، تتمۂ صوان الحکمہ ، کتاب الصیدنہ ، تاریخ مسعودی ، معجم الادباء وغیرہ قدیم کتب حوالہ ملتی ہیں - مقالہ پُر از معلومات ہے-

پھر پروفیسر خلیق احمد نظامی کا مقالہ " آرنلڈ ٹوائن بی اور تاریخ نویسی کی جدید روایت " کے موضوع پر ہے- مقالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن بخوبی اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ جدید تاریخ نویسی کی روایت کے آغاز کا سہرا آرنلڈ ٹوائن بی کے سر ہے ، بلا شبہہ دوسرے ممتاز اسکالروں نے تاریخی مطالعات کو نئی جہتیں دی ہیں اور تلاش و تعبیر کے طریقوں کو توسیع دی ہے لیکن ٹوائن بی کا مرتبہ یکتا اور لاجواب ہے - فاضل مقالہ نگار کے نزدیک جو خود برصغیر میں اس دور کے مؤرخوں میں بڑا درجہ رکھتے ہیں ، اس صدی کے کسی مؤرخ نے اپنے معاصرین کے ذہنوں پر ٹوائن بی سے بڑھ کر اثر نہیں ڈالا ہے -

ایک اور قابلِ ذکر اور قابلِ توجہ مقالہ اقتدار حسین صدیقی کا ہے جس میں انھوں نے وسطی افغانستان کے علاقے غور کے سلاطین شنسبانی کو موضوع تحقیق بنایا ہے- مقالہ عمدہ طور پر حوالوں سے مزین ہے-

ایک اور مقالہ ضیاء الدین ڈیسائی کا ہے جس میں انھوں نے مطبوعہ " تاریخ محمود شاہی " کے بارے میں کچھ غلط مفروضات کا رد کیا ہے-

اس کے بعد پروفیسر مختارالدین احمد کا مقالہ آتا ہے جس میں انھوں نے عہد وسطیٰ کے ایک کم معروف عرب مصنف امین الدولہ ابوالغنائم مسلم بن محمود کو متعارف کرایا ہے - اس ذیل میں عرب مصنف کے اپنے حالات آتے ہیں- علاوہ ازیں اس کے اساتذہ اور احباب کا بھی

ذکر ہے- پھر اس کی تصنیفات سے متعلق تفصیلات پیش کی گئی ہیں ، بالخصوص اس کی کتاب جمہرۃ الاسلام سے متعلق معلومات درج ہیں- اس ذیل میں کتاب کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے منحصر بفرد قلمی نسخے پر بھی جولائیڈن کی یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے-

ایک مقالہ زیڈ - یو - ملک کا ہے جس میں انھوں نے غازی الدین خاں عمادالملک اور ۱۷۵۴ء سے ۱۷۶۰ء کے مابین دہلی کے دربارِ مغلیہ میں تورانی امراء کی طاقت میں زوال و انتشار آ جانے کا جائزہ لیا ہے- مقالے کے آخر میں غازی الدینؒ عماد الملک کے اُس آخری دور کا ذکر بھی آتا ہے جو اس نے چھپتے چھپاتے گھوم پھر کر گذارا تھا-

[عمادالملک کے آخری دور سے راقم الحروف کو بھی خاص دل چسپی ہے کیونکہ ایک قدیم بیاض راقم تک پہنچی ہے جو بارھویں صدی ہجری کے نصفِ آخر کے کسی غازی الدین خاں عاجز تخلص کی ہے- اس نے بکثرت سندھ اور حیدرآباد دکن کے سفر کیے ہیں اور پنجاب بھی پہنچا ہے جیسا کہ عمادالملک کے آخری دور کے احوال میں آتا ہے اور بیاض کے اندراجات سے بھی ظاہر ہے- طب سے اس کی دل چسپی بھی ثابت ہے جیسا کہ عمادالملک کو بھی تھی مگر وہ اپنا نام بیاض کے ایک طبی نسخے میں (ایک بڑے شک کے ساتھ) یوں لاتا ہے:

" برائے حضرتِ قدسی ممالک ظلِ سبحانی دارای اعظم یَسے جوگی حکیمِ کامل نظر آوردہ بود ہرچہ کیفیت این تیل ... بود حضرت خود مشاہدہ نمودہ بودند و این فقیر یعنی نواب غیازی الدین خاں (کذا) دو تجربہ نمودہ و آن جوگی حکیم یونانی بود و در حکمت ہندی ہم خبردار بود و شصت سال در جوک (جوگ) بود-"

غیازی غور طلب ہے ، گو کہ اس دور میں متعدد مثالیں اس املا کی ملتی ہیں- لیکن پھر عماد الملک کے علم و فضل پر حرف آتا ہے- بہرکیف ، اِس قضیے کو ، جس کی طرف میموریل والیوم کے مذکورۂ بالا مقالے نے ایک بار پھر توجہ مبذول کرا دی ہے، آئندہ کے لیے اٹھا رکھ جاتا ہے اور پھر برسرِ مطلب آتے ہیں]

ایک اور مقالہ اشتیاق احمد ظلّی کا ہے جنھوں نے خاندانِ تیمور کے ساتھ دہلی کے سیّد سلاطین (پندرھویں صدی عیسوی / نویں صدی ہجری) کے تعلقات کو موضوع بنایا ہے اور ایک اچھی پیش کش کے ساتھ مباحث کا احاطہ کیا ہے-

ایک اور مقالہ ڈاکٹر شریف حسین قاسمی کا ہے جنھوں نے انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اول میں (اکبر شاہ ثانی سے بہادر شاہ کی ۱۸۵۷ء میں تخت نشینی تک) لکھی جانے والی کتبِ تواریخ کی فہرست نگاری کی ہے جس سے دوسرے فضلاء فائدہ اٹھا سکتے ہیں- اس ذیل میں تاریخ و ثقافت پر اس دور کے کم و بیش تیس مآخذ کی نشان دہی ہو گئی ہے - مقالے کے آخری حصے